

سُلطان المشائخ محبوب الہی

حضرت نظام الدین اولیٰ دہلوی

سردار علی احمد خان

محمد آپ کا اسم شریف تھا اور القاب سلطان المشائخ، محبوب الہی، سلطان الاولیاء، سلطان جی سلطان السلاطین، نظام الدین اولیاء زری زربخش تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء، ابن خواجہ احمد ابن خواجہ علی بخاری بمقام شہر بدایوں (صوبہ اتر پردیش)، بروز آخری چار شنبہ قبل از دو پہر تاریخ، ۲، ماہ صفر ۷۳۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد بخارا کے رہنے والے تھے اور گنجینہ علم و عرفان تھے آپ کی نہیال اور دادھیال سادات حسینی میں سے تھے اور آپ کے دادا خواجہ سید علی اور آپ کے نانا سید عرب ہم جد تھے آپ کے اجداد نے بخارا سے ہجرت کرنے کے بعد لاہور (پاکستان) میں قیام کیا تھا اور اس کے بعد بدایوں میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

تعلیم و تربیت

حضرت نظام الدین پانچ برس کے تھے کہ والد کے سایہ سے محروم ہو گئے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ محترمہ نے کی جو اپنے وقت کی بڑی عبادت گزار عاتق تھیں ان کی کرامت بزرگی اور نہد کے کتنے ہی واقعات مشہور کتاب سیر الاولیاء میں سید محمد مبارک المعروف امیر خورونے درج کئے ہیں۔ حضرت نظام الدین سن بلوغ کو پہنچنے تو کمال زہد و تقویٰ کے ساتھ علوم ظاہری حاصل کرنے میں مشغول ہوئے آپ کی ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہوئی جہاں آپ نے مولانا علاؤ الدین اصبہانی سے قدوری ختم کیا اور دستار فضیلت حاصل کی پچیس برس کی عمر میں مزید اہل اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ دہلی تشریف لے گئے جہاں پہلے تو آپ نے پرانا قلعہ کی عمارت کے قریب ایک شخص کی حویلی کے دروازہ میں اقامت اختیار کی اور بعد میں کسی دوسرے شخص کے خنس پوش کوٹھے پر ڈیرا چلایا

دہلی میں آپ شمس الملک مولانا شمس الدین خوارزمی کے درس میں شریک ہوئے مولانا شمس خوارزمی کامل وقت تھے اور ان کے فضل و کمال کی وجہ سے سلطان بلبن ان کا بے حد قدردان تھا حضرت نظام الدین نے مولانا شمس الدین سے حریری کے چالیس مقالات پڑھے کبھی درس میں ناغہ ہو جاتا اور نظام الدین اگلے روز استاد کی خدمت میں جاتے تو وہ اہلیس دیکھ کر یہ شعر پڑھا کرتے۔

آخر کم از آنگہ گاہ گاہ ہے

آئی و بسا کنی نگاہ ہے

سبحان اللہ! شاگرد عزیز کے کیا کہنے خواجہ نظام الدین نے مولانا کمال الدین زاہد سے مشارق الانوار پڑھی اور انہی سے حدیث شریف پڑھی۔ قرآن پاک حفظ کیا مولانا کمال الدین زاہد وہ بزرگ تھے جو جدید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے متقی اور متدین شخص تھے ان کی بزرگی کا شہرہ سن کر سلطان غیاث الدین بلبن نے انہیں اپنا پیش امام بنانا چاہا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس سوائے نماز کے دوسری چیز نہیں اور اب بادشاہ یہ چاہتا ہے کہ یہ بھی مجھ سے جانے سلطان بلبن اس جواب کو سن کر خاموش ہو گیا سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ نظام الدین اولیائے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اجمودہنی سے عوارف المعارف اور تہذیب الوشکر رسالی پڑھی تھیں، دیگر کتب تصوف کے درس کے علاوہ آپ نے شیخ العالم بابا فرید الدین گنج شکر سے تجدید تفسیر قرآن بھی کی۔

صحبت شیخ

حضرت بابا فرید گنج شکر کے چھوٹے بھائی شیخ نجیب الدین متوکل کہ علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے دہلی میں رہائش رکھتے تھے۔ ان کا مکان مسجد ہلال طشت دار کے قریب ہی تھا جہاں ایک حجرے میں بعد تکمیل تعلیم نظام الدین اولیا رہتے تھے۔ کبھی کبھی نظام الدین شیخ نجیب الدین متوکل کے ہاں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کی باتوں سے ان کے دل میں حضرت بابا فرید الدین سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا ایک روز شوق ارادت اور خالصانہ محبت نے اس قدر غلبہ کیا کہ نظام الدین اجمودہنی (موجودہ پاکپتن ضلع ساہیوال پاکستان) پہنچ گئے بابا صاحب کی خدمت عالی میں پیش ہوئے تو بابا فرید نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔

لے آتش فراقت دلہا کسباب کردہ

سیلاب اشتیاق ہما ہما خراب کردہ

حضرت نظام الدین بھی اپنا شوق دیلا اور اشتیاقِ قدم بوسی ظاہر کرنا چاہتے تھے مگر بوجہ عظمتِ شیخ کچھ عرض نہ کر پائے اسی روز آپ بابا صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر شرفِ بیعت مرشد ہوئے۔
 حضرت شیخ نظام الدین مرتبہ ۱۵ رجب ۶۵۵ھ سے ۳ ربیع الاول ۶۵۶ھ تک حضرت بابا صاحب کی صحبت میں تعلیم و تربیت پاتے رہے اور راہِ سلوک پر گامزن ہونے کے بعد ایک روز معروض ہوئے کہ تعلیمی اشغال کو ترک کر کے ذرائع میں مصروف ہو جاؤں لیکن مرشد نے فرمایا کہ تعلیم و ذرائع دونوں ضروری ہیں۔ درویشی کے لئے علم نہایت ضروری ہے تاکہ شیطان کے دھوکے میں نہ آئے۔

سیرالادلیا میں تحریر ہے کہ حضرت نظام الدین بڑے ذہین و فطین طالب علم تھے اور ان کے ہم جماعت دوستوں کا خیال تھا کہ وہ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی کسی بڑے سرکاری عہدہ پر فائز ہوں گے۔ اس خیال کے برعکس حضرت نظام الدین نے حضرت بابا فرید صاحب سے بیعت ہو کر فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرنا شروع کر دی ایک دن آپ پاکستان میں چھٹے پرانے کپڑے پہنے پھر رہے تھے کہ اتفاقاً راستہ میں ان کا ایک پرانا نام مکتب مل گیا۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حیران ہوا اور متاسف ہوا کہنے لگا کہ مولانا نظام الدین آپ کی یہ کیا حالت ہو گئی۔ اگر آپ شہر میں رہ کر لوگوں کو تعلیم ہی دیتے تو مجتہدِ زمانہ کہلاتے اور تہاری (معاشی) حالت بہتر ہوتی نظام الدین یہ بات سن کر خاموش رہے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ جب خالقہ واپس لوٹے اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے کشف سے مرید کی ذہنی حالت کا پتہ لگا لیا۔ اور فرمایا کہ باونچا خانے چلے جاؤ اور ایک نمونے کو اسے سرو پر رکھ کر اپنے دوست کے پاس لے جا کر پیش کرو اور اس کے بعد اس کی بات کا یہ جواب دو۔

نہ ہمہری تو مرا راہِ خویش گیر و برد

ترا سعادت باوا، مراںگوں ساری

دنیاوی جاہ طلبی کی طرف ذرا سی رغبت بھی اگر نظام الدین کے دل میں پیدا ہو سکتی تھی۔ اس

تدبیر سے ختم ہو گئی اور انہوں نے محسوس کر لیا کہ ان کی اودان کے دوست کی راہیں مختلف ہیں

درویش جس دنیا میں رہتے ہیں اس کے طرہ طریقے جداگانہ ہیں

مجموعہ محل شاہی کہ در ولایت عشق
گدا بہ تخت نشاند و پاد شاہ گیزند

حضرت بابا فرید الدین کی تعلیم و تربیت کا فیضان عظیم تھا۔ حضرت نظام الدین کا بیان فرامدا انفراد میں ہے کہ بابا صاحب کا بیان ایسا ہوتا کہ پھر ایسا بیان کسی اور سے نہ سنا گیا۔ اس بیان کے موقع پر ایسا ذوق طاری ہو جاتا کہ سننے والے کی تمنا یہ ہوتی کہ اس بیان کے موقع پر موت آجاتی تو خوب ہوتا بابا صاحب کی خانقاہ میں درویشوں کے بڑی تنگی اور فقر و فاقہ سے شب و روز گزرتے تھے۔ شیخ حسام الدین کابلی کے سپرد پانی بھر کر لانے اور بتن دھونے کی خدمت سپرد تھی مولانا بدر الدین اسحق جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے جو سنگر خانہ میں بعلوہا بندھن استعمال ہوتی تھیں شیخ جمال الدین قطب ہانسوی کریم کی جھاڑیوں سے ڈیلے توڑ کر لایا کرتے اور حضرت نظام الدین اولیا ان ڈیلوں کو درویشوں کے طعام کے لئے پکایا کرتے تھے۔ مولانا بدر الدین اسحق اور قطب جمال الدین ہانسوی اور حضرت اولیا ایک ہی پیالے میں ساتھ کھاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیا نے قرض اٹھا کر تھوڑا سا نمک خرید کر کے ڈیلوں میں ڈال دیا۔ تاکہ اس طعام کی کڑواہٹ کم ہو جائے بابا صاحب نے لقمہ اٹھانے کے لئے پیالہ میں جو لقمہ ڈالا تو انہیں گرانی سی محسوس ہوئی اور فرمانے لگے کہ اس کھانے سے اسلاف کی بو آ رہی ہے۔ حضرت نظام الدین نے قرض پر نمک لینے کا اعتراف کیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ درویشوں کو فاقے سے موت آ جائے تو اس سے بہتر ہے کہ لذت نفسانی کے لئے وہ مقروض ہوں۔ قرض اور توکل میں مشرق و مغرب جتنا فاصلہ ہے یہ کہہ کر پیاروں کو غریبوں میں تقسیم کر دینے کا ارشاد فرمایا اسی وقت مرید نظام الدین نے دل میں عہد کر لیا کہ زندگی بھر قرض نہیں لیں گے۔ یہ قلبی کیفیت جب بابا صاحب پر کشفاً ظاہر ہوئی تو آپ نے خوش ہو کر وہ کمل عطا کی جس پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ آئندہ انشاء اللہ تمہیں کبھی قرض لینے کی حاجت ہی نہ ہے گی۔

ولایت دہلی اور ہدایت خلق

حضرت ابانفرید شکر گنج نے حضرت نظام الدین کو ہفت چہار شنبہ مطابق ۲۱ ربیع الاول ۶۹۲ھ

خود خلافت عنایت کیا اور حسب ارشاد مرشد آپ دہلی روانہ ہوئے۔ رخصت کرتے وقت حضرت بابا صاحب نے دعا دی کہ تو ہرگز کسی کا جتنا نہ ہو گا اور خدا کرے کہ تو ایک ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں ایک خلق کثیر آسائش و راحت سے رہے ساتھ یہ نصیحت آپ کو فرمائی کہ دشمنوں کو غرض رکھنا اور جس سے قرض لیا ہے اس کو ادا کر دینا۔

دہلی پہنچ کر آپ شیخ نجیب الدین متوکل سے ملے جو آپ کی سرگزشت سن کر بے حد مسرور ہوئے اور دہلی کی ولایت پر آپ کے فائز ہر جانے کی مبارکباد کہی۔

دہلی شہر کی گنجان آبادی میں جائے فراغت لائق عبادت نہ دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیا نے جنگل میں ڈیرہ لگا لیا۔ وہاں قیام کے متوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ہاتف نے ندا دی کہ آپ کی جگہ غیاث پور ہے وہاں پہنچ کر مخلوق الہی کی ہدایت میں مشغول ہوں۔ آپ وہاں منتقل ہوئے تو پہلے ہی دن ہزاروں لوگ مریدو معتقد ہوئے۔ اسی زمانہ میں سلطان معز الدین کی قہدانے غیاث پور کے قلعہ میں ایک محل بنوایا اور شہر آباد کیا، جس میں ایک جامع مسجد بھی بنوائی۔ بہت سے امرا اور شہزادے آپ کی خدمت آندی تھی حاضر ہونے لگے۔ ہجوم سے آپ کی طبیعت بہت گھبرائی اور چاہتے تھے کہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں اسی خیال میں تھے کہ ایک خوب درختوں پر وقت ظہر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں معرض ہوا سے

آئی روز کہ شدی نمی دانستی

کا نگشت نمانے عالی نخواہی شد

امروز کہ زلفت دل خلق بر بود

در گوشہ نشت نمی دارد سود

آپ کچھ کہنے کو تھے کہ وہ زبجان پھر گویا ہوا کہ اول تو مشہور نہیں ہونا چاہیے اور اگر ہو جائے تو ایسا ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن حضور نبی کریم سے شرمندگی نہ ہو اور وہاں کیا

حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق سے جدا ہو کر حق سے مشغول ہوں۔ حوصلہ یہ ہے کہ خلق میں رہ کر حق سے مشغول رہیں۔ یہ کلام سن کر آپ آخر وقت تک غیاث پور میں ہی مقیم رہے۔

عظیم درویش

غیاث پور میں شروع کا زمانہ آپ کے لئے بہت تنگدستی میں گزرا اور ایسا ہی ہوتا رہا کہ آپ اور خانقاہ کے درویشوں کو مسلسل تین تین دن نانے کرنا پڑے۔ لیکن محبوب الہی حضرت نظام الدین اہلیار کے استغنا کا یہ عالم تھا کہ سلطان جلال الدین خلجی نے جاگیر پیش کرنے کی اجازت چاہی تو فرما دیا کہ مجھے اور میرے متعلقین یعنی درویشوں کو اس کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ میرا اور ان کا کارساز خدا تعالیٰ ہے۔

روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ کے پڑوس میں رہتی تھی اور موت کات کر اس کی اجرت سے روزہ افطار کرتی تھی۔ ایک روز اسے معلوم ہوا کہ حضرت نظام الدین اور خانقاہ کے دیگر درویش فاقہ سے ہیں تو اس نے بڑھیا نے آدھ سیر جو کا آٹا جو اس کے گھر میں موجود تھا لاکر حضرت کی نزدیکی۔ حضرت نظام الدین نے شیخ کمال الدین یعقوب سے فرمایا کہ آٹا ہنڈیا میں پکا رکھو کہ کسی مسافر یا سائل کے کام آئے۔ ابھی ایک دو جوش آئے تھے کہ ایک گودڑی پوش فیر نے صدادہی کہ نظام الدین کچھ کھانا رکھا ہے تو لا۔ آپ نے جواباً کہا کہ ٹھہرو ابھی پک رہا ہے۔ درویش نے کہا جیسا ہے لے آ۔ چنانچہ آپ نے اپنے دامن سے ہنڈیا اتار کر پیش کی تو فوراً اس درویش نے ہنڈیا میں ہاتھ ڈال کر گرم گرم کھانا شروع کیا۔ اسے گرمی نہ معلوم ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد مٹی کی ہنڈیا زمین پر ماری اور توڑ ڈالی اور کہا کہ نظام الدین نعمت باطنی تو نے بابا فرید سے پائی اور ظاہری فاقہ تیرا آس سے ہم نے توڑا۔ درویش یہ کہہ کر غائب ہو گیا اسی روز سے خدا کی قدرت سے فتوحات کثیرہ کا سلسلہ جاری ہو گیا اور ہزاروں لوگ آپ کے لنگر سے کھانا کھانے لگے۔ صاحب غیر الجالس نے لکھا ہے کہ آپ کے ہاں فتوحات کا ایسا سلسلہ جاری تھا کہ معلوم ہوتا تھا دریا نے جتنا کارخ آپ کی خانقاہ کی طرف کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ

کا اپنا یہ حال رہا کہ مسلسل روزے رکھتے تھے اور سحری کے وقت اس لئے کھانا دکھاتے تھے کہ شہر میں کچھ لوگ جمعہ کے سو رہے ہوں گے۔

منبع فیض

خلقِ خدا کی درد مندی نے نظام الدین محبوب الہی کو اقلیمِ دل کا حکمران بنا دیا تھا۔ کوئی آدمی کسی معاملہ میں پریشان ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ کوئی بادشاہ کی بے التفاتی سے رنجیدہ خاطر ہوتا تو عرضِ حال کرتا۔ کوئی نادار یا مریض ہوتا تو آپ کے آستانہ کا رخ کرتا۔ کسی کے دل میں کوئی اندیشہ یا دوسوہ ہوا تو بے اختیار اس کے قدمِ آپ کی خانقاہ کی طرف اٹھنے لگتے۔ آپ ہر ایک کا درد و غم اور ماجرا سنتے، اس کے زخموں پر مرہم لگاتے اور پھر بارگاہِ خداوندی میں ایک ایک دُکھ اور تکلیف اپنے اوپر طاری کرتے اور دعا فرماتے۔ حضرت محبوب الہی سلطانِ جی کی بارگاہِ غریب و امیر عارف و حامی۔ شہری و دیہاتی بڑھے اور بچے سب ہی کے لئے ہر وقت کھلی تھی، جو شخص جس وقت آپ سے ملنے کے لئے حاضر ہوتا اسے اسی وقت باریابی کی اجازت دی جاتی۔ مولانا ضیاء الدین برنی کہتے ہیں کہ سلطانِ اولیاء نظام الدین نے بیعتِ عام کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ آپ گنہگاروں کو حورہ پہناتے اور ان سے توبہ کراتے اور خود اپنے ارادے سے قبول کرتے۔ ہر ایک تائب کو طاقیہ عنایت کرتے اور ایک مسواک دیتے تھے۔ آپ کے مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے آپ کو دعا دی تھی کہ تو ایسا درخت ہو جس کے سایہ میں خلقِ خدا آرام و راحت حاصل کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تقریباً نصف صدی تک انسانی دلوں نے آپ کی خانقاہ میں ایسی راحت اور سکون حاصل کیا کہ جیسے کوئی تمکا بنا یا مسافر پہلوانی دھوپ سے خستہ جان ہو گیا ہو اور پھر معاً ٹھنڈے اور سایہ دار گھنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر فرحت اور اطمینان کا بانس لے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے فیوض و برکات سے سارے برصغیر پاکستان و ہندوستان میں ایک ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا۔ مسلمانوں کی اکثریت عبادت اور زہد

کی طرف مائل ہو گئی۔ عوام اور خواص کے دلوں نے نیکی اختیار کر لی تھی۔ مسلمان ایک دوسرے کی شرم سے سُود خوری اور ذخیرہ ہندوڑی سے اجتناب کرنے لگے۔ جھوٹ بولنے کم تو لے اور آمیزش کرنے کا روانہ اُٹھ گیا۔ اس کی تفصیل تاریخ فیروز شاہی میں ضیاء الدین برنی نے لکھی ہے۔

رتبہ عالی

حضرت نظام الدین تمام مقامات غوثی اور قطبی اور فدائیت سے گذر کر مرتبہ محبوبی کو پہنچے اور آپ کے اقوال و احوال تمام مشائخوں کے لئے محبت قاطع ہیں۔ واضح ہے کہ اہل کمال جب سلوک میں ترقی کرتے ہیں تو مقام قلب مبارک حضور رسالت پناہ پر پہنچتے ہیں اس مقام سے ترقی کرتے حضور ختم مرتبتی کے حالات سلوک میں قدم رکھتے ہیں اور اہل سالکوں کو قلب حقیقی کا مرتبہ حاصل ہوتا۔ اس مقام سے ترقی کر کے مقام معشوقی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت نظام الدین محمد سلطان الملقباً کو مقام معشوقی حاصل ہوا اور آپ محبوب الہی کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔

حضرت امیر خسرو نے اپنی تصانیف میں جگہ جگہ حضرت محبوب الہی کو خضر و میما تشبیہ دی ہے، ایک شعر میں فرماتے ہیں:

وجودِ خواجہ نہ انداز آپ و گل گشت مرتب

کہ جانِ خضر و مسیح بہم شد مرکب

علامہ محمد اقبالؒ لاہوری نے حضرت نظام الدین کو میما و خضر سے بھی اونچا مقام

دیا ہے

فرشتے پڑھتے ہیں جس کو وہ نام ہے تیرا۔

بڑی جناب تری فیض عام ہے تیرا۔

تری قبر کی زیارت ہے زندگی دل کی

مسیح و خضر سے اونچا مقام ہے تیرا۔

پروفیسر محمد حبیب نے حضرت محبوب الہی کو ہندوستان کا سب سے بڑا بزرگ

قرار دیا ہے۔ مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نظام الدین کو پچھلی صدیوں میں حضرت جنید بغدادیؒ اور شیخ بایزید بسطامیؒ کے مثل پیدا کیا تھا۔ بقول صاحب "گلزار اہلاد" حضرت محبوب الہی نے تبلیغ و ہدایت خلق کے لئے سات صد خلفاء تمام بڑے شہروں میں روانہ کئے کہ جن میں ہر فرد کے سینہ میں گویا عرفان کا سورج طلوع ہوا تھا۔

معمولات

سیرالاولیا سے نقل ہے کہ آپ نے جوانی میں ۳۰ سال تک بڑے سخت مجاہدے کئے۔ اس کے بعد کی زندگی اور زیادہ سخت مجاہدے میں گزاری۔ تمام عمر حاکم اللہ رہے۔ جو میں گھنٹوں میں چار پانچ صد رکعتیں نفل نماز پڑھاپے میں اسی سال کی عمر میں بھی کوٹھے سے اتر کر باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔

نہر، اشراق اور چاشت کی نمازوں کے بعد وعظ فرمایا کرتے۔ اس وقت عالموں اور صوفیوں کا اجتماع ہوتا اور آپ انہیں سلوک و معرفت کے حقائق بیان فرماتے۔ اس دوران میں شہر سے آنے والے غرار اور مساکین کی آمد و رفت خانقاہ میں ہوتی رہتی تھی جنہیں غلہ اور روپے پیسے تقسیم کئے جاتے تھے۔ حضرت محبوب الہی ظہر کی نماز سے قبل کچھ دیر کے لئے سستا یا کرتے تھے ظہر کی نماز باجماعت نماز کی ادائیگی کے بعد پھر مجلس ہوتی جس میں عموماً حدیث کثاف اور دوسری مشہور و معروف کتب حدیث و تصوف کا درس ہوتا تھا۔ سامعین ایسا محسوس کیا کرتے تھے کہ وہ الہامی باتیں سن رہے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد حضرت موصوف کوٹھے پر تشریف لے جاتے اور مغرب کی اذان کے ساتھ پھر نیچے اتر آتے اور روزہ افطار کرنے کے بعد نماز مغرب ادا کرتے جو کوٹھے پر واپس چلے جاتے جہاں مغرب اور عشاء کے مابین بھی ایک مجلس ہوتی تھی حاضرین کی میزبانی اور لذیذ مشروبات سے لایف جاتی تھی عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے پھر محبوب الہی مسجد میں آتے اور نماز کی ادائیگی کے بعد

پھر اپنے کو سٹھے واسطے مجروح ہی چلے جاتے اس وقت صرف امیر خسرو آنے اور کچھ کھائیں سنا تے جن کو حضرت لطف و دلچسپی سے سنا کرتے اسی وقت میں کہیں کہیں بعض احباب اور رشتہ داروں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آداب بجالانے کے لئے آجایا کرتے تھے جب امیر خسرو رخصت ہوتے تو حضرت نظام الدین کا خادم وضو کے لئے پانی لا کر چھوڑ جاتا اور حضرت خود مجروح کی کٹھی اندر سے بند کر لیتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتے پھر سحری کے وقت خادم آپ کے لئے سحری لاتا جسے تھوڑا سا کھاتے اور پانی طعام تقیم کر دینے کی ہدایت فرماتے آپ کی غذا سادہ ہوتی انطاری میں آدمی یا کہیں ایک روٹی سبزی یا کریلے کے سالن سے کھا لیتے کہیں کہیں چاول بھی کھا لیتے تھے لباس آپ کا سادہ اور صوفیانا ہوتا تھا۔

سخاوت

حضرت نظام الدین اولیا کے لنگر خانہ سے کئی ہزار فقرا، غریباً اور مساکین کھانا کھاتے تھے دن بھر جو اشیاء از تقسیم نفل، روپیہ، پیسہ، پارچات یا دیگر سامان خانقاہ میں آتا وہ تمام کا تمام شام تک تقسیم کر دیا جابجا کرتا تھا تو خاطر مبارک کو اطمینان ہوتا ہر جمعہ کے روز تجرید فرماتے تمام مجروحوں اور گوداموں کو بالکل خالی کر لیا کہ جھاڑو دلوادیتے اور اس کے بعد جامع مسجد تشریف لے جا کر اطمینان سے نماز جمعہ ادا فرماتے کتاب روضۃ الاقطاب میں لکھا ہے کہ تین ہزار اہل علم، طلبہ اور مریدوں کو حضرت نظام الدین کے ہاں سے وظائف ملا کرتے تھے۔ اسی دربار اولیٰ اور مثالی سخاوت کے باوجود آپ اتنے مستغنی تھے کہ بادشاہ یا شاہزادوں میں سے کوئی تحفہ یا ہدیہ آپ کی خدمت میں گزارتا تو ایک مرد آہ بھر کر کہتے کہ یہ لوگ درویش کو غارت کرتے ہیں (امیر الاولیاء) آپ نے گاؤں ارضیات باغ یا جاگیر کہیں قبول نہیں فرمائی جب کہیں ان کی پیش کش آپ کو کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ از خواجگان ما و مشائخان ما بیچ کس ان میں قبول نہ کر رہا است۔

بقول مصنف سیرالادبیا حضرت محبوب الہی کی اس شان استغنا پر ہی حضرت امیر خسرو نے یہ اشعار کہے تھے۔

در عجزہ فقر باد شاری

در سالم دل جہاں پناہما

شاہنشہ بے سوز و بے تاج

شایانستہ بے خاکپائے محتاج

جو امع الکلم میں تحریر ہے کہ ہر عری کے موقعہ پر آپ کے ہاں سے تمام شہریں کھانا تقسیم

کیا جا رہا تھا اور نقد رقم بھی مساکین شہریں بانٹا جاتی تھی

سلطان جی اور مسلمانین ہند

حضرت نظام الدین اولیاء کے تعلقات مسلمانین دہلی سے کسی خوشگوار نہیں ہیں۔ شاید

اس لئے بھی کہ فقیر استغنائی حب اللہ کا دنیاوی جاہ و جلال سے نیاز مند اور فروتر ہونا

محکم ہی نہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ حضرت سلطان جی مسلمانوں کی حکومت کے

لئے دعاگو ہی رہے۔

ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین تغلق نے شاہی حکم کے ذریعے سماع کی ممانعت کا اصلاح

جاری کیا لیکن خانقاہ نظام الدین میں محفل سماع بدستور سابق جاری رہی بادشاہ نے محضر

طلب کیا اور مجلس مناظروں میں سربراہ آدرود، علما اور مشائخ اکٹھے کئے گئے حضرت نظام الدین

بھی اس میں شریک ہوئے آپ نے ٹہری علما اور بصیرت افزوں تقریر فرمائی اور نفس غنا

کے جواب میں نبی کریم کی احادیث پیش کیں تو بعض حنفی مولویوں نے اپنی کم لگی اور کج علمی

کے باعث یہ اعتراض کر دیا کہ تم تو مقلد ہو کسی حدیث کے بطور دلیل اور سند کیوں پیش

کرتے ہو البتہ اگر نفعِ حنفی کی کوئی ہدایت ہو تو وہ پیش کریں ان کے یہ بات سن کر حضرت

محبوب الہی نے فرمایا کہ یہ ملکیت جہاں مسلمان حکمران ہوں گے وہاں آج اور ہے گی، جس میں لوگوں

کی رائے کو رحمتہ العالمین کی مستند احادیث پر ترجیح دی جائے، مولانا علم الدین جو حضرت شیخ بہاؤ الدین ذکر بامطانی کے نواسہ تھے۔ اور جن سے سلطان غیاث الدین تغلق کو بھی اعتقاد تھا حضرت محبوب الہی کے نقطہ نظر کی تائید کی اور اس طرح بہ معاملہ رفع دفع ہوا۔

تقلب الدین مبارک شاہ ۱۳۱۴ء میں تخت نشین ہوا۔ اس نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے بیٹے خضر خان کو جو سلطان جی کا مرید تھا شہید کر ڈالا اور حضرت کو بھی ستانے کا ارادہ کیا لیکن چونکہ تمام علماء دین امرار دربار اور اہل لشکر آپ کے مرید یا معتقد تھے۔ اس لئے اپنے ناپاک عزائم میں ناکام رہا۔

ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیر قاضی محمد غزنوی (جو محبوب الہی سے عداوت رکھتے تھے) سے پوچھا کہ نظام الدین اولیاء کے پاس اتنا مال و زر کہاں سے آتا ہے کہ روزانہ ان کے بنگرہ کا خرچ دو ہزار اشرفیاں ہوتا ہے۔ قاضی نے جواب دیا کہ امرار احمد لشکر سی پہنچاتے ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ جو شیخ نظام الدین کو کچھ دے گا اس کا وظیفہ خزانہ سلطانی سے بند کر دیا جائے گا اور جو ان کی خدمت میں جائے گا تو اسے شہر بدر کر دیا جائے گا۔ اس امر کی خبر جب سلطان جی کو ہوئی تو آپ نے اپنے سنگر خانہ کے انچارج خواجہ اقبال کو ارشاد کیا کہ آج سے اخراجات دوگنا کر دیئے جائیں اور جو رقم دربار ہر وہ نالایق میں سے بسم اللہ کہہ کر نکال لیا کرو بادشاہ کو جب یہ خفیہ رپورٹ ملی تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ نے ایک اور امیر کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کہلایا کہ حضرت رکن عالم ملتان سے آتی دودھ ہر سال بادشاہ کو دیکھنے دہلی آتے ہیں۔ لیکن آپ شہر دہلی میں رہتے ہوئے بھی نہیں آتے اور اس میں بادشاہ کی تحقیق کا پہلو نکلتا ہے۔ آپ نے جواباً کہلایا کہ فقیر کی عادت نہیں کہ امرار کے مکان پر جائے، میں اس بارے میں معذرت سمجھا جائے اور معاف رکھا جائے اس پر سلطان جی نے کو بہت غصہ آیا اور پھر کہلایا۔ جیسا کہ میرے حکم کی تعمیل سلطان جی کو کرنا ہوگی۔ محبوب الہی نے بادشاہ کی پیر شیخ ضیاء الدین اسلمی کے پاس پیام بھیجا کہ وہ اپنے مرید کو سمجھائیں کہ درویشوں کو رنج پہنچانا کسی مذہب میں روا نہیں مگر قضائے الہی سے شیخ ضیاء الدین کا اہامک

انتقال ہو گیا۔ ان کی فاطمہ خوانی کی رسم میں بادشاہ اور اس کے جملہ اہلکار اور اکابر شریک ہوئے
مغرب الہی نے بھی اس مجلس میں شرکت کی۔ کل حاضرین نے خواجہ نظام الدین ادلیہ کو تعظیم دی اور
آداب پیش کئے۔ مگر سلطان قطب الدین طغٹ نہ ہوا۔ اور تلاوت قرآن شریف میں مشغول
رہا۔ کلکھیوں سے حضرت کی تکریم و تعظیم ہوتی دیکھتا گیا اور آتش غضب میں اور جلا۔ بعض
حاضرین نے نظام الدین ادلیہ سے عرض کیا کہ سلطان وہلی اس جلس میں ہے سلام علیک کہہ دیجئے
فرمایا کہ مجھ حاجت نہیں کیونکہ وہ تلاوت کر رہا ہے اور محل ہونا خلاف فروع اسلامی ہوگا
اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے کل عمار اور مشائخ کو جمع کر کے کہا کہ شیخ نظام الدین کو سمجھاؤ
کہ ہر روز میرے دیدار کے لئے آیا کریں۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر نئے چاند ماہ کی مبارکباد کے
لئے ضرور آیا کریں۔ مشائخ نے یہ بات آپ کے گوش گزار کی اور کہا کہ بادشاہ کا ارادہ ناسد
معلوم ہوتا ہے۔ آپ اس کی ضد پوری کر دیں اور دربار میں تشریف لاکر ایک فقہ کو روک
دیں۔ حضرت نظام الدین نے یہ کہہ کر ان کو رخصت کر دیا کہ یہ بیہوش ہے، ظہور ہوئے چنانچہ جس
دن سلطان قطب الدین اپنے دربار میں سلطان جی کی آمد کا منتظر تھا۔ اسی روز محل شاہی
میں شورش برپا ہوئی اور قطب الدین اپنے ایک منصبدار خردو خان کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

سلطان علاؤ الدین غلی نے بھی حضرت کی عارضی کسے جتن کیا تھا لیکن آپ نے
کہلا جھبا کہ فیروں کو بادشاہوں سے کیا کام کہ ان کے شیریا حاضر باش بن جائیں میں شہر
کے ایک کونے میں پڑا ہوں اور بادشاہ اور حام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر میں مشغول ہوں
اگر بادشاہ نے میری عارضی پر اصرار کیا تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ خیرا وہ حاضر خان نے
جو آپ کا مرید بھی تھا یہ بات بادشاہ کو پہنچائی بادشاہ نے پھر کہلایا کہ وہ خود حضرت کی
ملاقات کے لئے خانقاہ میں حاضر ہونا چاہتا ہے لیکن سلطان جی نے جواب دیا اگر بادشاہ ایک
دروازے سے داخل ہوگا۔ تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

سلطان علاؤ الدین غلی نے اپنے ایک امیر قمبر بیگ کو یہ ہدایت کی ہوئی تھی کہ

مخفل سماع میں جس کلام پر سلطان جی کو وجد آئے وہ کلمہ کہ اسے پیش کیا کرے صاحب
مراۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ ایسے اشعار جن پر ایک مرتبہ مخفل سماع میں سلطان جی کو وجد آیا
حسب معمول قنبریاگ نے کلمہ کہ سلطان تطلب الدین کو پیش کئے بادشاہ بار بار ان اشعار
کو پڑھتا اور تعریف کرتا تھا وہ وہ اشعار آپ جی سنئے اور سر ڈھینئے

پیش منما جمال جاں افروز
در نمودی برد سپند بسوند
آل جمال ز چہیت ہستی تو
دل سپند ز چہیت مستی تو

تجر و پسندی

حضرت محبوب الہی نے عمر بھر شادی نہیں کی اور مجرد رہے ہوا یوں کہ ایک مرتبہ
نظام الدین کا باجامہ ہنسا ہوا دیکھ کر بابا فرید الدین گنج شکر نے انہیں ایک اپنا اپنا
باجامہ عنایت کیا نظام الدین اولیاء نے فخر سمجھ کر اس باجامہ کو اپنے باجامے کے اوپر پہن
لیا لیکن جلدی میں اس کا ازار بند ایک طرف نکل گیا بابا صاحب نے فرمایا کہ ازار بند
مخلم گیر، حضرت نظام الدین نے عرض کیا کہ اشارتہ الیہا ہی ہو گا۔ اس وجہ سے تمام
عمر تجرد رہا۔

وصال

محبوب الہی نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم
فرما رہے ہیں کہ نظام تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد آپ کو
سفر آخرت کے لئے بے چینی لگ گئی وفات سے چالیس یوم قبل کھانا پینا ترک ہو گیا
اور آنکھیں اشکباری کرتی تھیں مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ بروز چہار شنبہ کو
آپ نے آخری بار نماز فجر ادا کی خادم غلام اقبال کو حکم دیا کہ ننگ خانہ اور دیوگا

ملکیٹی اشیاء غرا و مساکین میں تقسیم کر دی جائیں اور ترشہ خانہ میں جھاڑو پھیر دو۔
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ تبرکات خواجگان چشت اپنے خلفاء کو عنایت کئے۔ آپ کی نماز
جنازہ حضرت شیخ رکن عالم ملتانی نے پڑھائی۔ مزار شریف دہلی میں مرجع غلات ہے۔

بہر زہیں کہ لیسے نزلف اوزدہ است

هنوز ازاں سر خوشبہرے عشق می آید

حضرت محبوب الہی کے جنازہ کے ساتھ قرآن بھی پڑھے جو شیخ سعدی شیرازی کی یہ

غزل گاتے جاتے تھے۔

سرو سینار بہ صحرا می روی

نیک و بد عہدی کہ بے مامی روی

کس بدی شوخی و عداوت برنت

چوں چنین مالعداً می روی

لے تماشا گاہ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو صحرا میں دفن کیا گیا تھا لیکن آپ کی منہا ہی
کے باوجود کچھ عرصہ بعد روضہ کی تعمیر سلطان محمد بن تغلق نے کرا دی تھی۔